

تجدد پسندوں کا موقف

پروفیسر رفیع اللہ

۲

مجید ”چراغِ راہ“ کراچی ادارہ معارف اسلامی کا ترجمان ہے۔ اس ادارہ کے صدر مولانا سید ابوالاعلیٰ امودودی ہیں۔ اگست ۱۹۶۷ء کے ”چراغِ راہ“ میں ”فکر و نظر“ کی غلطی کے عنوان سے ماہنامہ ”فکر و نظر“ اور ”تجدد پسندوں“ کے بارے میں چالیس صفحے لکھے گئے ہیں۔ اس مضمون میں ”چراغِ راہ“ کے ان افکار و مسائل کا محاکمہ کیا گیا ہے۔ پہلی فسطح میں ”عائلی قوانین“ اور ”خاندانی منصوبہ بندی“ کے بارے میں جماعت اسلامی کے جس کی ماہنامہ ”چراغِ راہ“ نمائندگی کرتا ہے، عجیب و غریب موقف پر بحث کی گئی ہے۔ مدیر

اسلامی قانون کے نفاذ میں رکاوٹیں | اب ہم بحث کے اس حصے میں پہنچ چکے ہیں جہاں آسانی یہ فیصلہ ہو سکتا ہے کہ اسلامی قانون کے نفاذ میں رکاوٹ کون ہیں؟ عائلی قوانین اور خاندانی منصوبہ بندی کی شرعی حیثیت کے بارے میں ان کا طرز عمل اس مسئلہ پر خوب روشنی ڈالتا ہے۔ اس بارے میں ان حضرات کی طرف سے کچھ اس قسم کا الزام لگایا جاتا ہے :-

(مغرب زدہ طبقہ) آزادی و استقلال کی جدوجہد کے دوران اسلام کا نام لیتا رہا ہے۔ (کیا ہم پوچھ سکتے ہیں کہ علمائے کرام بشمول جماعت اسلامی اس وقت کہاں تھے؟) لیکن آزادی کے بعد چند ہی سالوں کے اندر یہ واضح ہو گیا ہے کہ اسلام کا نعرہ محض منافقانہ حربہ تھا۔ ورنہ اس کی اسلام دشمنی غیر ملکی حملہ آوروں کی اسلام دشمنی سے کم نہیں ہے۔ لے

یہ ہے ان حضرات کا مغرب زدہ طبقہ "پرسب سے بڑا الزام۔ لیکن اب دیکھیے کہ یہ الزام کس پر صادق آتا ہے۔ پاکستان بننے سے پہلے اس پاکستان کی حمایت میں ان حضرات نے ایک لفظ تک نہیں لکھا۔ اور ان کے الماریاں بھر دینے والے لٹریچر سے بلا واسطہ طور پر اس کی مخالفت ہی ہوتی تھی۔ پھر پاکستان میں آکر انھوں نے کوئی مثبت کام نہیں کیا۔ ان کی سب سے بڑی کارگزاری صرف مغرب زدہ طبقہ سے اسلامی نظام کے نفاذ کا مطالبہ ہے۔ اب اس مغرب زدہ طبقہ نے جب اس طرف ایک دو قدم اٹھائے اور اس سلسلہ میں کچھ کیا۔ ان میں کم از کم طلاق بدعت کے خاتمہ والا قدم خود ان کی تحقیقات کے عین مطابق تھا۔ تو یہ حضرات اس کی مخالفت کرنے لگے۔ اب مغرب زدہ طبقہ حیران تھا کہ جس چیز کے بدعت اور معصیت ہونے پر خود ان حضرات کی تحقیق کے مطابق اجماع امت تھا، اب وہ بیابان کیسے عین اسلام بن گئی۔ ان حضرات نے یہ پلٹا کھایا کہ ہاں بھائی وہ بھی ٹھیک تھا لیکن ہمارے ملک میں حنفی فقہ والوں کی اکثریت ہے اور یہ اقدام اس کے خلاف ہے۔ حالانکہ حنفی فقہ کے مطابق بھی یہ طلاق کا احسن طریقہ تھا۔ ایک دوسرے مسئلے یعنی خاندانی منصوبہ بندی میں جب حکومت نے دلچسپی لی جو جزئیات کی حد تک حنفی فقہ کے عین مطابق تھا۔ تو اس کی بھی انھوں نے مخالفت کی۔ اب "مغرب زدہ طبقہ" حیران کھڑا ہے کہ اگر کوئی قانون کتاب و سنت کے مطابق بنایا جائے تو اس کی بھی مخالفت ہوتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ حنفی فقہ کے مطابق قانون بناؤ۔ اور اگر کوئی قانون حنفی فقہ کے مطابق ہوتا ہے تو اس کی بھی مخالفت کی جاتی ہے۔ ادارہ معارف اسلامی کے صدر اور اہل علم خدا کے لئے غور کریں کہ اسلامی قانون کے نفاذ میں سب سے بڑی رکاوٹ کون سی چیز ہے؟ یہ دو غلطیاں یا کوئی اور چیز۔ خدا کے لئے اس اصول کا واضح اعلان کیجیے کہ اسلامی قانون کس اصول کے مطابق ہوگا۔ اگر حنفی فقہ کے ہی مطابق ہوتا ہے تو صاف اعلان کیجیے۔ اس صورت میں تو اسلامی قانون کی کسی تدوین جدید کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ اس فقہ میں توجہ بنیات تک تمام احکام موجود ہیں۔

موسیقی کے جواز کا مسئلہ | "تجدد پسند" اہل علم کے خلاف ایک پروسیکٹڈ یہ کیا جاتا ہے کہ ملک میں رقص و موسیقی کے رواج کے ذمہ دار یہی لوگ ہیں۔ کیونکہ انھوں نے اسلام اور موسیقی کی کتاب لکھ کر ثابت کر دیا کہ اسلام میں یہ چیزیں محبوب و مطلوب ہیں۔ لے

اب یہ حضرات عامۃ الناس کو یہ باور کرانے پر اپنا پورا زور صرف کر رہے ہیں اور دن رات ان حضرات کا یہی عزیز مشغلہ ہے کہ تمام غیر اسلامی چیزوں کے وجود کے ذمہ دار تجدید پسند اہل قلم ہیں۔ لیکن ان میں سے کسی اہل علم نے یہ نہیں بتایا کہ تجدید پسند جو شرعی دلائل دیتے ہیں وہ کہاں تک خلاف اسلام ہیں۔ مسئلہ زیر بحث پر مدت ہوئی کئی کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ لیکن "علمی تحقیق" کے کسی علمبردار کو ہمت نہ ہوئی کہ ان میں خلاف اسلام دلائل کی نشاندہی ہی کر دیتا۔ بلکہ راقم السطور نے اپنی کتاب "موسیقی کی شرعی حیثیت" ان کے بعض رسائل کو بھجوائی بھی۔ لیکن صرف ماہنامہ "فاران" کراچی کو اس پر تبصرہ کرنے کی توفیق ہوئی۔ لیکن اس کے تبصرہ نگار کو اس میں کوئی چیز بھی شریعت اسلامی کے خلاف نہ مل سکی بلکہ موصوف نے اس کی تحقیق کی داد دی۔ لیکن اب یہ حضرات ہیں کہ ان دلائل کا جواب دینے کی بجائے کیچڑ اچھالے جا رہے ہیں۔ چراغِ راہ کے معترض صاحب نے کیچڑ اچھالنے میں جو محنت اور وقت صرف کیا ہے کاش اس کا کچھ حصہ وہ اس کتاب پر مخالفانہ علمی تبصرے ہی کے لئے صرف کر دیتے تو علمی تحقیقات کا کچھ بھرم تو قائم رہتا۔

سود کی حلت و حرمت

تجدید پسند طبقہ کے خلاف جو فرد جرم عائد کی جاتی ہے، اس میں ایک جرم سود کا جائز قرار دینا ہے۔ اس سلسلے میں جو کچھ یہ حضرات ارشاد فرماتے رہتے ہیں اس کی ایک جھلک چراغِ راہ کے دور نو کے مندرجہ ذیل اقتباس میں دیکھیے :- "آج سے تین سال قبل مصر میں ایک سرکاری عالم کی طرف سے یہ فتویٰ شائع ہوا کہ شخصی ضروریات کے لئے سود حلال ہے۔ اس کے جواب میں عرب کے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک اہل علم کی طرف سے لامتناہی سلسلہ شروع ہو گیا۔۔۔۔۔ لطف یہ کہ یہ وہی دور تھا جب پاکستان میں بھی سود کے موضوع پر بحثیں اور مذاکرے ہو رہے تھے۔ مگر یہاں بھی مولانا مودودی اور دوسرے اصحاب کی طرف سے حرمت سود پر جو روشنی ڈالی گئی اس نے حلت سود کے تمام چور دروازے بند کر دیئے ہیں، اس کے بعد بھی اگر کوئی شخص سود کے حلال ہونے کا قائل ہے تو اس کا منہ کون بند کر سکتا ہے۔ یہی حال ضبط ولادت کی شرعی حیثیت کا ہے۔" ۳

ضبط ولادت کی شرعی حیثیت کے بارے میں جماعت اسلامی کا مسلک کس حد تک مبنی بردیانت ہے، اس کا ذکر ہو چکا ہے۔ سود کے بارے میں ان حضرات کے جب اس قسم کے دعوے پڑھتا ہوں تو حیران ہو جاتا ہوں کہ یہ حضرات عامۃ الناس کو کس طرح دھوکا دیتے ہیں۔ کتنی حیرت کی بات ہے کہ جن چیزوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زبان مبارک سے سود قرار دے گئے ہیں، اسے یہ حضرات نہ صرف یہ کہ جائز سمجھتے ہیں بلکہ اس کی تائید میں کتابیں لکھتے ہیں۔ جن چیزوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زبان مبارک سے سود قرار دے گئے ہیں۔ وہ یہ تین ہیں :-

(۱) مخابره سکے۔ یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس کی وہ تعریف نقل کر دیں جو حضرت شاہ ولی اللہ نے فرمائی ہے

والمخابرة ان تتكون الارض لواحده والبذر والبقرة والعمل من الآخر (مخابرہ کی تعریف یہ ہے کہ اس میں زرعی زمین ایک شخص کی ہو اور دوسرے کی طرف سے بیج، ہل چلانے والے جانور اور محنت ہو۔ اب سنئے کہ رسول اللہ صلعم ایسے معاملے کے متعلق کیا حکم دیتے ہیں :

عن جابر بن عبد الله قال سمعت رسول الله صلعم يقول من لم يذر المخابرة فلياذن بحرب من الله ورسوله۔ (حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا۔ جو شخص مخابره چھوڑنے پر نیا نہ ہو، وہ اللہ اور رسول کے ساتھ رطائی کرنے کے لئے تیار ہو جائے)

امت مسلمہ کے مذاہب اربعہ کے چاروں ائمہ اس مخابره کے معاملہ کو شریعت میں ناجائز قرار دیتے ہیں۔ لیکن یہ فخر ادارہ معارف اسلامی کے صدر کو حاصل ہے کہ انھوں نے فرمان نبوی اور چاروں ائمہ کے فیصلے کے برعکس ایسے معاملے کے جواز کا فتویٰ دیا۔

(۲) مکہ تشریف کے مکانوں کا کرایہ سکے

(۳) زرمبادلہ کا ناجائز کاروبار سکے (رہو الفضل)

سکے ملاحظہ ہو۔ حجتہ اللہ البالغہ جلد ۲ ص ۳۳۳ - ۳۳۴ حجتہ اللہ البالغہ جلد ۲ ص ۳۳۳

سنن ابوداؤد مصری جلد ۲ ص ۲۳۵۔ مکہ ہدایہ آخرین کتاب الکرہیہ ص ۵۴

سکے "سود" جدید ایڈیشن ص ۱۵۷

سود کی پہلی قسم یعنی مخا برہ کے جواز کے لئے ادارہ معارف اسلامی کے صدر مولانا مودودی صاحب نے "مسئلہ ملکیت زمین" لکھی ہے۔ دوسری قسم کے متعلق بھی موصوف اچھی طرح جانتے ہیں کہ وہاں کیا ہو رہا ہے۔ اس سال تو ادارہ معارف اسلامی کے معتمد اعلیٰ صاحب کو بھی اس کا ذاتی تجربہ ہوا ہوگا۔ لیکن الماریاں بھر دینے والے لڑ بچہ میں ایسے سود کی حرمت کی طرف ایک معمولی سا اشارہ بھی کبھی نہیں کیا گیا۔ ہاں رسول اللہ صلعم کی فرمائی ہوئی سود کی تیسری قسم کو یہ حضرات سود و زور تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن خود ارض پاک میں جس وسیع پیمانے پر اس کا کاروبار ہوتا ہے، اس کے خلاف کبھی آواز نہیں اٹھائی۔ بس ان حضرات کے نزدیک سود صرف وہ ہے جو بینکوں میں لیا دیا جاتا ہے۔ لیکن جس علمی تحقیق کے ذریعہ اس چور دروازہ کو بند کیا گیا ہے اس کی ایک بھلک دکھینے۔ فرمایا جاتا ہے کہ موجودہ سودی کاروبار کو چھوڑ کر اگر اسے "مضاربت" کے اسلامی اصولوں پر چلا دیا جائے تو اس کے تمام اسلامی دروازے بند ہو جائیں گے۔ لیکن جب ہم نے ان حضرات کی مضاربت کی بیان کردہ تعریف پڑھی تو سکتے میں آ گئے۔ کیونکہ اس تعریف سے چور دروازے بند ہونے کی بجائے زیادہ کھلنے کے امکانات تھے اور پھر یہ وہ تعریف نہیں جو ہمارے فقہاء کرام نے کی تھی۔ ادارہ معارف اسلامی کے صدر اپنی کتاب سود (جدید ایڈیشن میں صفحہ نمبر ۲۰۶) میں اس کی تعریف یوں کرتے ہیں "یعنی نفع و نقصان میں شرکت" اعضوں نے اپنی ایک دوسری کتاب "مسئلہ ملکیت زمین" کے صفحہ ۵۸ پر بھی مضاربت کی یہی تعریف کی ہے۔ یعنی نفع و نقصان میں شرکت کے اصول پر۔ حالانکہ فقہاء کے نزدیک اس معاملہ میں نفع میں شرکت ہوتی ہے لیکن نقصان صرف صاحب سرمایہ پر ہوتا ہے۔ فقہ کی ہر مستند کتاب میں اس کی تعریف یوں کی گئی ہے:

ھی فی اللغة عبارة عن ان يدفع شخصاً مالاً للآخر ليتجر منه على ان يكون الربح بينهما على ما شرط والخسارة على صاحب المال^۹ (لغت میں مضاربت کا مفہوم یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے کو اس شرط پر تجارت کے لئے سرمایہ دے کہ نفع تو ان دونوں کے درمیان بمطابق شرط ہوگا لیکن نقصان کا ذمہ دار صرف صاحب سرمایہ ہوگا۔)

اس سے بھی زیادہ وزنی بات یہ ہے کہ جس "اسلامی اصول" یعنی مضاربت کے ذریعے سود کے چور

دروازے بند کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے، فقہائیت کے نزدیک خود اس اسلامی اصول کی شرعی حیثیت میں اختلاف ہے۔ علامہ ابن حزم مراتب الایمان میں فرماتے ہیں کہ فقہ کی ہر بات کی اصل کتاب و سنت ہے لیکن مضاربت کے متعلق ہم نے کتاب و سنت میں کوئی اصل نہیں پائی۔ نلے

حدیث رسولؐ پر حملہ

جماعت اسلامی کے ناقدین کے خلاف جنہیں یہ حضرات 'متجددین' کا خطاب دیتے ہیں، ایک اور فرد جرم یہ بھی ہے کہ ان حضرات نے احادیث رسولؐ پر حملہ کر رکھا ہے، ان کے اپنے الفاظ میں:

"اسلام کی تعبیر جدید اور تہذیب نو کے مقاصد کے جواز کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ سنت ہے۔ چنانچہ متحد دین نے سنت رسولؐ پر حملے شروع کر دیئے۔ کبھی کہا کہ سنت رسولؐ سے دین کا ماخذ ہی نہیں ہے۔ دین کا ماخذ صرف قرآن ہے اور قرآن کی تعبیر کا حق ہرگز ملت کو ہے۔ کبھی کہا کہ احادیث کے تمام مجموعے عجمی سازش نے وضع کئے۔ صحابہ، تابعین اور ائمہ فقہ و حدیث کی پوری جماعت کو یہ لوگ اس سازش کا شریک ٹھہراتے ہیں" لے

صحابہ کرام، تابعین اور ائمہ فقہ و حدیث کے بارے میں متحد دین پر اتنا بڑا الزام لگانے کی ادارہ معارف اسلامی کے جلد نے کوئی دلیل نہیں دی۔ جہاں تک راقم الحروف کا مطالعہ ہے، اس کی بنا پر میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ "احادیث کے انکار" کے بارے میں خود صدر ادارہ معارف اسلامی کا نظریہ مولانا عبداللہ چکرا لوی سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ ان کے متعلق تو یہ سیدھی بات تھی کہ وہ قرآن کے مقابلے میں کسی قسم کی حدیث کو تسلیم نہیں کرتے تھے۔ لیکن یہ صاحب جب چاہتے ہیں صحیح احادیث کا انکار کر دیتے ہیں۔ اور ضعیف احادیث کو سزا تسلیم کر لیتے ہیں۔ ساری امت میں حدیث کی صحت کا معیار یہ چلا آ رہا ہے کہ جس حدیث کو ائمہ فن حدیث روایت و درایت کے لحاظ سے صحیح قرار دیں، وہ صحیح ہوگی اور جسے وہ ضعیف قرار دیں، وہ ضعیف تصور ہوگی۔ اس مقصد کے لئے ہزاروں ائمہ حدیث نے احادیث کی چھان بھٹک کے بعد اس موضوع پر کوئی ایک لاکھ کتابیں تصنیف کی ہیں۔ لیکن ادارہ معارف اسلامی کے صدر کے اس نادر نظریہ کی رو سے یہ سب بے کار ہو جاتی ہیں۔ اپنے لئے نادر نظریہ کو وہ علی الاعلان پیش کرتے ہیں

ان کا یہ نظریہ ان کے اپنے الفاظ ہی میں ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں:-

”جو شخص اسلام کے مزاج کو سمجھتا ہے۔ اور جس نے کثرت کے ساتھ کتاب اللہ و سنت رسول اللہ

کا گہرا مطالعہ کیا ہوتا ہے، وہ نبی اکرم صلعم کا ایسا مزاج شناس ہو جاتا ہے کہ روایات کو دیکھ کر خود بخود

اس کی بصیرت اسے بتا دیتی ہے کہ ان میں سے کون سا قول یا کون سا فعل میرے سرکار کا ہو سکتا ہے۔ اور

کون سی چیز سنت نبوی سے اقرب ہے۔ یہی نہیں بلکہ جن مسائل میں اس کو قرآن و سنت سے کوئی چیز نہیں

ملتی، ان میں بھی وہ کہہ سکتا ہے کہ اگر نبی صلعم کے سامنے فلان مسئلہ پیش آتا تو آپ اس کا فیصلہ یوں فرماتے۔

یہ اس لئے کہ اس کی روح، روح محمدی میں گم اور اس کی نظر بصیرت نبوی کے ساتھ متحد ہو جاتی ہے۔ اس

کا دماغ اسلام کے سانچے میں ڈھل جاتا ہے۔ وہ اس طرح دیکھتا اور سوچتا ہے، جس طرح اسلام

چاہتا ہے کہ دیکھا اور سوچا جائے۔ اس مقام پر پہنچ جانے کے بعد انسان اسناد کا بہت زیادہ محتاج

نہیں رہتا۔ وہ اسناد سے مدد ضرور لیتا ہے۔ مگر اس کے فیصلے کا مدار اس پر نہیں ہوتا۔ وہ بسا اوقات

ایک غریب، ضعیف، منقطع السند، مطعون فیہ حدیث کو بھی لے لیتا ہے۔ اس لئے کہ اس کی نظر اس

افتادہ پتھر کے اندر میرے کی جوت دیکھ لیتی ہے اور بسا اوقات وہ ایک غیر معلل، غیر شاذ، متصل السند

مقبول حدیث سے بھی اعراض کر جاتا ہے۔ اس لئے کہ اس جاہ زریں میں جو بادہ معنی بھری ہوئی ہے،

وہ اسے طبیعت اسلام اور مزاج نبوی کے مناسب نظر نہیں آتی۔“^{۱۲}

ان حسین و جمیل الفاظ میں جو کچھ فرمایا گیا ہے، اس کا خلاصہ وہ ہے جس کے نیچے خط کھینچ دیا گیا ہے۔

یعنی احادیث کی صحت جانچنے کے لئے اسناد کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ اس طرح ہمارے علمائے حدیث نے

چھ سات لاکھ راویاں حدیث کے حالات زندگی جمع کرنے میں جو شاندار کوششیں کیں، علمی تحقیقات کے لحاظ

سے وہ سب بے وقعت ہو گئیں۔ حدیث کی صحت جاننے کا معیار یہ ہو گیا کہ انسان مزاج شناس نبی ہو۔

اس اصول کی بنا پر وہ صحیح احادیث کو رد کر سکتا ہے اور ان کے مقابلے میں جھوٹی احادیث کو اختیار

کر سکتا ہے۔ خود اس مضمون میں جن احادیث کا حوالہ ہے، اس میں مولانا نے یہی طرز عمل اختیار کیا ہے

اور اگر مدیر چراغِ راہ چاہیں تو ہم ان کو اور کئی مثالیں دے سکتے ہیں۔

اس نادر نظریہ کی ایک بڑی خرابی یہ ہوگی کہ ہر فرقہ کے لوگ اپنے علماء ہی کو مراج شناس رسول سمجھیں گے اور جو کچھ ان کے منہ سے نکلے گا وہی دین اسلام کا ماخذ قرار پائے گا۔ احادیث رسول پر اس سے زیادہ سخت حملہ کی سلف و خلف میں شاید ہی کوئی مثال ملے۔

”چراغِ راہ“ نے علمی تحقیقات کی سر بلندی کے لئے اپنے دور نو میں ایک نئے عنوان ”علمی افق“ کا اضافہ کیا ہے جس کا مقصد خود ان کی اپنی زبانی سنئے :-

”اس کے تحت ہم ان اہم علمی مضامین کا خلاصہ پیش کرنا چاہتے ہیں، جو انگریزی، عربی اور اردو کے علمی رسائل و جرائد میں شائع ہو رہے ہیں۔ اور کسی نہ کسی وجہ سے ہمارے موضوعات سے متعلق ہیں۔ اس طرح ہمارے قارئین کے سامنے بیک نظریہ آسکے گا کہ دنیا میں کن موضوعات پر کیا کام ہو رہا ہے؟ لیکن اس عنوان کے تحت ”چراغِ راہ“ کے دورِ نو کے اکثر شماروں میں جو مواد دیا گیا ہے، اسے پڑھ کر راقم پر تو یہ روشن نہ ہو سکا کہ اس مواد کا ان کے بیان کردہ ”علمی افق“ سے کون سا اور کیسا تعلق یا ربط ہے۔ ”علمی افق“ سے ربط تو کجا مجھے تو یہ بھی معلوم نہ ہو سکا کہ اس مواد کا اسلامی تحقیقات بلکہ پاکستان سے کیا تعلق ہے۔

مثلاً ”چراغِ راہ“ کے مارچ ۱۹۶۷ء کے شمارہ میں صفحہ ۶۱ پر ہندوستان کے ایک نیم سرکاری رسالہ کا مضمون بعنوان ”تاشقند اور اس کے بعد“ شائع کیا گیا ہے جس میں عوامی جمہوریہ چین کے خطرے کو نمایاں کر کے مسئلہ کشمیر کو حکومت ہند کی شرائط و خواہشات کے مطابق حل کرنے کی تجویز ہے۔ اس مضمون کی ”علمی حیثیت“ یا ”پروپگنڈا“ نہ حیثیت“ کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس مضمون کے لکھنے والے کا اصل رسالے تک میں بھی نام نہیں۔ اس مضمون میں چین اور پاکستان کے تعلقات کے بارے میں یہ فرمایا گیا ہے :

پاکستان بظاہر چین نواز پالیسی پر عمل پیرا ہے لیکن مغربی ممالک سے اس کے تعلقات کی نوعیت اور رائے عامہ کے رجحانات اسے اس راستے میں ایک حد سے آگے بڑھنے نہیں دیں گے۔ ۱۵

اپریل کے شمارہ میں بھی اگرچہ بلا واسطہ طور پر چین کے خلاف لکھا گیا ہے، لیکن وہ "علمی افق" کے تحت نہیں۔ بلکہ ہندوستان کے ایک مخالف چین ادارہ سے چین کے خلاف ایک امریکی کتاب کے اردو ترجمہ پر تبصرہ فرماتے ہوئے (صفحہ ۷۸) بمبئی کے شمارہ میں "علمی افق" کے تحت ایک مضمون کا ترجمہ پیش کیا گیا ہے جس کا عنوان ہے "بھارتی کمیونسٹ پارٹی کی گروہ بندی (صفحہ ۷۱) اس میں بھی حسب معمول عوامی جمہوریہ چین کے متعلق یہ تاثر دینے کی کوشش کی گئی ہے کہ وہ بین الاقوامی معاملات میں منافقانہ کردار رکھتا ہے۔ بمبئی کے شمارہ میں "علمی افق" کے تحت جو مضمون بعنوان "ہندوستان اور چین کے عزائم" شائع کیا گیا ہے، اس میں خیر چین کے خلاف تو جو کچھ ہے وہ ہے۔ خود اپنے ملک کے ساتھ یہ زیادتی کی گئی کہ آزاد کشمیر تک کو ہندوستان ہی کا علاقہ دکھایا گیا ہے۔ مضمون ہی کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔ "مغربی سیکٹروں سے شروع ہوتا ہے جہاں بھارت، چین اور افغانستان کی سرحدیں ملتی ہیں"۔ معلوم ہونا چاہیے کہ یہ سرحدیں صرف آزاد کشمیر میں ہی ملتی ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ "چراغِ راہ" کی اشاعت بھی جماعت کے حلقہ تک محدود ہے ورنہ جماعت کے حلقہ سے باہر کے لوگوں کی نظر سے یہ چیز گزرتی تو وہ ضرور اس تحریر پر سخت احتجاج کرتے۔ بلکہ یونیسکو کے زیر انتظام شائع ہونے والی ایک کتاب "بیسویں صدی" میں ایسی ہی فروگزاشت پر افسوس نے خود حکومت پاکستان پر سخت گرفت کی ہے کہ اس نے یونیسکو سے اپنی وابستگی کے سلسلہ میں نظر ثانی کیوں نہیں کی اور اقوام متحدہ سے احتجاج کیوں نہیں کیا گیا۔ اے لے مدیر "چراغِ راہ" مسئلہ کشمیر کے متعلق اس دورخی محبت کی وضاحت فرمائیں گے اور ساتھ ہی ہماری یہ مشکل بھی حل کریں گے کہ ان مسائل کا اسلامی تحقیقات سے کیا تعلق ہے۔

چین کے خلاف صرف "علمی افق" کے تحت ہی مواد پیش نہیں کیا بلکہ ایک مستقل کتاب بھی شائع فرمائی گئی ہے جس کا عنوان ہے "ماؤزے تنگ کے دیس میں"۔

"علمی افق" کے تحت ماہنامہ "چراغِ راہ" ایک اور بھی بڑی اسلامی خدمت سرانجام دے رہا ہے اور وہ ہے متحدہ عرب جمہوریہ کے صدر جمال عبدالناصر کی مخالفت۔ عرب شیلزم کی تحریک کو صدر ناصر کی طرف منسوب کر کے اسے یہودی سازش کا نتیجہ قرار دینا۔ اخوان المسلمین پر صدر جمال عبدالناصر کے

منظالم کی داستان سمرائی اور عالم اسلام اور خاص کر عالم عرب کے حالات کا اپنے خصوصی نظر سے بیان۔ آج کل بین الاقوامی معاملات نے اتنی پیچیدگیاں اختیار کر لی ہیں کہ کسی ملک کے اندرونی معاملہ میں دخل دینا مناسب نہیں۔ خاص طور سے اس صورت میں جبکہ ہمیں اس ملک کے حالات کا پوری طرح علم نہ ہو۔ لیکن اس کے باوجود جماعت اسلامی اور اس کے ترجمان نے صدر ناصر اور اس کے مسلک کی مخالفت کو اپنا وظیفہ حیات بنا لیا ہے، اور اس پر ہر طرح کے الزامات تراشے جلتے ہیں، جن کی کوئی حقیقت نہیں۔

ایک طرف چین کی مخالفت اور دوسری طرف صدر ناصر کے خلاف بہتان تراشی کی مہم یہ ہے وہ "علمی افق" جس تک احیائے اسلام کے علمبرداروں کی تمام قلمی کاوشیں محدود ہو کر رہ گئی ہیں۔

حرفِ آخر مضمون کے خاتمے سے پہلے ایک دفعہ پھر ان اہم مقاصد کو ذہن میں لائیے جن کا ادارہ معارف اسلامی کے قیام کے وقت اعلان کیا گیا تھا یعنی (۱) اسلامی علوم و فنون کو نئے سرے سے مرتب کرنا۔ (۲) اسلامی طریقہ تعلیم کے مطابق نصاب تیار کرنا وغیرہ۔ اوپر جو کچھ بیان ہو چکا ہے اس کے متعلق تو قارئین بھی فیصلہ کر سکتے ہیں کہ اس کا ان کے اعلان کردہ مقاصد سے کیا تعلق ہے۔ کیا ادارہ معارف اسلامی کے کارپرداز بنا سکتے ہیں کہ ادارہ کے قیام کے چھ سات سال کے عرصہ میں ان مقاصد کے حصول کے لئے کوئی ایک قدم بھی اٹھایا گیا ہے۔ حالانکہ ان دو مقاصد کے تحت کام کرنے کی جتنی شدید ضرورت ہے وہ جماعت اسلامی کے پروسپیکٹس الرٹریچر یا "ماؤزے تنگ" کے دس میں "جیسی کتابوں کے شائع کرنے سے کسی گنا زیادہ ہے۔ جماعت اسلامی کا لٹریچر تو پہلے بھی اپنی پوری شان و شوکت سے شائع ہو رہا تھا اس کے لئے ایک خالص علمی تحقیقات کا ادارہ معارف اسلامی وقت کرنے کی کیا ضرورت تھی ؟

نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّهِ وَرِافْسَادِ مَنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا۔